Subject: Urdu

Module: 30

Paper: Dakkni Adab

Topic: Urdu Ki Awwaleen Masnavi "Kadam Rao Pdam Rao" Ka Adbi Jayeza

Content writer: Prof.Syed Abdul Majeed Bedar
Osmania University, Hyderabad

PI: Professor Mazhar Mehdi Hussain
Jawaharlal Nehru University, New Delhi

اردو کی اوّلین مثنوی ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کا ادبی جائزہ

01.تعارف/تمہید (Introduction)

اردو زبان کا ڈول تو دہلی کی سرزمین میں پڑا لیکن سلاطین کی سرپرستی اور ان کے درباروں سے وابستہ شاعروں کی دلچسپی اور عوام کی توجہ کے باعث بہت جلد یہ تحریری زبان بھی بن گئی۔ اسی دکنی زبان کی سب سے پہلی دستیاب مثنوی کی حیثیت سے ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کو ایک گراں قدر اہمیت حاصل ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس مثنوی کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ قلمی کتب خانوں میں ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہے، جسے سب سے پہلے بابائے اردو مولوی عبدالحق نے دریافت کیا تھا۔ اس قلمی نسخے کے ابتدائی اور آخری اوراق موجود نہیں تھے۔مولوی عبدالحق نے کتاب میں موجود دو اہم کرداروں ’ کدم راؤ’ (بادشاہ وقت)اور اس کے وزیر ناگ (سانپ) ‘پدم راؤ’ کو بنیاد بناکر مثنوی کے نام کا تعین کیا، چونکہ مثنوی کے اوراق بوسیدہ تھے اور شاعر کے علاوہ اس کے دور کا تعین کرنا مشکل تھا۔بابائے اردو نے مثنوی کی داخلی شہادتوں کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاعر نے احمد شاہ کنور کی تعریف کی ہے اور بار بار فخر دیں کانام استعمال کیاہے۔ اس لئے ان کی تحقیق کے مطابق شاعر کا نام فخر دین نظامی بیدری ہے۔ احمد شاہ بہمنی کی حکمرانی کا 1425ء اور 1435 ء کا درمیانی دور ہے۔اس اعتبار سے مثنوی ‘کدم راؤ پدم راؤ’ احمد شاہ بہمنی کے دور کی لکھی ہوئی ہے۔ مثنوی کے نام اور اس کے عہد کے علاوہ شاعر کے نام کے تعین کے باوجود اس مثنوی کو مرتب کرنے میں سخت دشواری ہوئی۔کیونکہ حددرجہ شکستہ خط میں یہ مثنوی لکھی ہوئی تھی، جسے پڑھنا انتہائی

مشکل تھا، لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی اور انجمن ترقی اردو پاکستان کے سیکریٹری افسر امروہی نے پوری کوشش کے ساتھ اس مثنوی کے شکستہ خط کو آج کی اردو میں منتقل کرکے 1973ء میں اسے شائع کیا جس میں انھوں نے مختلف شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس مثنوی کو اردو کی اولین دستیاب مثنوی کا درجہ کیوں حاصل ہے، لیکن پروفسیر سیدہ جعفر نے اشرف بیابانی کی مثنوی 'نوسرہار' مرتب کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کا نسخہ مکمل نہیں ہے جبکہ اشرف بیابانی کی مثنوی مکمل اور ابتداء سے آخر تک بہتر حالت میں دستیاب ہے، اس لئے 'نوسرہار' کو اردو کی پہلی مکمل دستیاب مثنوی کا درجہ دیا جانا چاہیے۔ اس کے باوجود تاریخی پس منظر میں اردو کی معلوم اور دستیاب مثنوی کی حیثیت سے فخر دین نظامی کی 'کدم راؤ پدم راؤ' کو اپنے بیانیہ اسلوب کے اعتبار سے 'نوسرہار' پر ترجیح حاصل ہے۔

02. سبق کا مقصد(Learning Outcome)

اس اکائی کی سماعت کے بعد طلبہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ:

- مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کے قصے اور کرداروں کا جائزہ لے سکیں گے۔
- مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کی زبان اور اس کے محاسن کی نشاندہی کرسکیں گے۔
- مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' میں المیہ اور طربیہ عناصر کی تفصیل بیان کرسکیں گے۔

- ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کی انفرادیت واضح کرسکیں گے۔

03. مثنوی ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کا عہد

بہمنی دور کی پہلی دستیاب مثنوی کی حیثیت سے نظامی بیدری کی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔نظامی بیدری کا نام فخر دین نظامی لکھا گیا ہے مگر اس کے حالات اور دیگر کارناموں کا پتہ نہیں چلتا۔البتہ سلطان احمد شاہ بہمنی کے زمانے میں اس کے موجود ہونے کا ثبوت ملتاہے۔بعد کے دور کے دکنی کے مثنوی نگار اور غزل گو شاعر ابن نشاطی نے نظامی کو اولین مثنوی نگار کی حیثیت کی سند عطا کی ہے اس نے مثنوی ‘پھول بند’ میں یہ شعر لکھا ہے، جس سے نظامی کی عظمت اور اولیت کا ثبوت فراہم ہوجاتاہے :

غزل گوںئیں کہے تو نئیں ہے خامی
جو کچ بولے سو ہے ظاہر نظامی

قطب شاہی دور کے نویں بادشاہ شہاب الدین احمد شاہ ولی بہمنی کے دور میں مثنوی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ لکھی گئی تھی۔ مثنوی کی ترتیب کے دوران ڈاکٹر جمیل جالبی نے اقرار کیا ہے کہ مثنوی کے دوران کئی جگہوں پر مصنف نے اپنا نام تخلص ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے۔وہ سب سے پہلے شعر میں اپنا نام فخر دین کی حیثیت سے تعارف کرواتا ہے۔ ذیل کے دونوں اشعار سے انداز ہ ہوجاتاہے کہ اس کے مصنف اور مثنوی کا نام کیا ہے:

کہے فخر دیں، ایک ساچا بچن پہلے پر کھئے جے کرے کوئی کن

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ

فخر دین نے اپنے نام کے ساتھ نظامی کی ترکیب کو بھی نام کا حصہ بنایا ہے۔اس کے نام اور تخلص کو بنیاد بناکر ' کدم راؤ پدم راؤ' اس کی لکھی ہوئی مثنوی اور فخر دین نظامی بیدری کا نام بھی مثنوی کا حصہ ہے۔ نظامی کے بعد 1565ء میں قطب دین فیروز بیدری نے مثنوی 'پرت نامہ' لکھی تو اس نے اپنے نام کو قطب الدین نہیں بلکہ قطب دین لکھا ہے، اسی لئے فخر الدین کے بجائے فخر دین لکھنا مناسب ہے۔نظامی بیدری کی زندگی کے حالات اس دور کے کسی تذکرے میں موجود نہیں اور اس شاعر کے بارے میں اس دور کی تاریخ میں بھی کوئی شہادت نہیں ملتی، مثنوی کی داخلی شہادتوں سے بھی کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا، وہ کون تھا، کب پیدا ہوا، اس کی وفات کب ہوئی یا اس کے ذاتی حالات کس قسم کے تھے۔ البتہ اس کی مثنوی میں داخلی شہادتوں سے یہ اندازہ لگایا جاسکتاہے کہ نظامی بیدری نے احمد شاہ ولی بہمنی کے دور میں بیدر میں سکونت اختیار کی تھی۔یہ ثبوت نہیں ملتاکہ وہ دربار سے وابستہ تھا یا نہیں۔

04. مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کا مصنف

فارسی زبان میں بھی مختلف مثنوی نگارشاعروں کے نام ملتے ہیں لیکن نظامی کا نام دستیاب نہیں ہے۔قدیم شعراء میں بھی نظامی بیدری نام کے کسی شاعر کا نام نہیں ملتا۔البتہ ایک نظامی شاعر کی مثنوی 'خوف نامہ' دستیاب ہوئی ہے، جس میں قیامت کے دن اور حشر کے میدان کے حالات بیان کرتے ہوئے اخلاقی درس دیا گیا ہے۔خوف نامہ جیسی مثنوی کے انداز اور ' کدم راؤ پدم راؤ'کی مثنوی کے طرز میں بھی کافی فرق ہے۔'کدم راؤ پدم راؤ'میں اس دور کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ اس دور میں فارسی مثالوں کے علاوہ اردو اصنافِ سخن کی کوئی مثال موجود نہیں تھی۔ صحیح معنی میں ابھی شعریات اور اصولوں کی تشکیل کا دور بھی شروع نہیں ہوا تھا۔ عربی و فارسی زبانوں سے بھی واقفیت کم ہی تھی۔ ایک ایسی زبان تشکیل کے دورانیے میں تھی، جس پر برج اور کھڑی بولی کے علاوہ سنسکرت، مرہٹی، گجراتی ا ور دراوڑی زبانوں کے اثرات حاوی تھے۔ مقامی زبان میں انھیں کے میل جول سے پیدا ہونے والے الفاظ کی کثرت ہے۔ نظامی کے یہاں بھی نہ صرف ہندی الاصل الفاظ کی کثرت ہے بلکہ مثنوی کی ساری فضا، سارا ماحول اور سارے کردار اساطیری رنگ کے حامل ہیں۔ اس کے بجائے خوف نامہ مثنوی میں اردو کی روایت موجود ہے۔ نظامی کی مثنوی کے اشعار کے بارے میں بھی اختلاف پایاجاتاہے۔نصیر الدین ہاشمی نے 'مقالات ہاشمی' میں مثنوی کے اشعار کی تعداد 825 بتائی ہے۔سخاوت مرزا نے

اشعار کی تعداد 994 لکھی ہے۔افسر صدیقی نے 1039 کا حوالہ دیا ہے، جبکہ مثنوی کے تدوین کار ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہ بتایاہے کہ مثنوی میں اشعار کی تعداد 1033 ہے اور 1033 واں شعر نا مکمل ہے، جس کے بعد کے اشعار ضائع ہوگئے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ‘کدم راؤ پدم راؤ’، احمد شاہ بہمنی کے دور کی تصنیف اور اس کے مصنف کا نام فخردین نظامی ہے۔

05. مثنوی ‘کدم راؤ پدم راؤ’ کی زبان

مثنوی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کی لفظیات اپنی بیش تر صورت میں دکنی مقامی زبان سے اخذ کردہ ہے۔ بیشتر الفاظ سنسکرت آمیز ہیں۔اگرچہ یہ مثنوی بیدر میں لکھی گئی، لیکن مثنوی کی زبان پر سنسکرت، مرہٹی اور مقامی بول چال کی زبان کے اثرات ہی نمایاں ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ آج سے تقریباً پونے چھ سو سال قبل کی زبان کو عصر حاضر میں سمجھنا سخت دشوار ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس مثنوی میں کسی بھی اسم کے لئے مختلف الفاظ اور مختلف املاء موجودہیں، اسی طرح ضمائر اور افعال کی شکلوں میں بھی فرق پایا جاتاہے۔مثنوی کی زبان پر بیک وقت کھڑی بولی، پنجابی، رجستھانی، برج بھاشا، گجری، سندھی اور سرائیکی کے علاوہ مرہٹی کے اثرات بھی دکھائی دیتے ہیں۔الفاظ کے املا کو بھی شاعر نے اپنے انداز سے استعمال کیا ہے۔ساری مثنوی میں استعمال ہونے والے 12 ہزار الفاظ میں صرف سوا سو الفاظ عربی اور

فارسی زبان کے ہیں، جن میں بہت سے الفاظ بگڑی ہوئی شکل میں ہیں۔شاعر نے مشعل لفظ کو مشالا، قانون کو کانون، ہمت کو حمت اور طبیلا کو طویلالکھا ہے۔خالص عربی اور فارسی الفاظ میں قلم، سرشت، فلک، فرشتے، توحید، نغز، گفتار، نور، بنیاد، شرع، درویش، خدا باصفا، اولوالامر، نعت، مدح، سلطان، شاہ، شاد، گنج، تفنگ، جہانگیر، ولی، سلام، وزارت، دنیا، ذکر، عدل، قبا، شہر، حلال، جلال، میزبانی،فراش، امت وغیرہ کے علاوہ دو لفظی تراکیب جیسے نقش باز، پائے بند، بادنبی، انشاء اللہ تعالیٰ کو بھی مختلف تلفظات و املا کے ساتھ ادا کیا گیا۔ اس وقت تک ہندوستان میں سنسکرت، پراکرت اور شورسینی، اَپ بھرنش کی بولیوں کے اثرات حاوی تھے، جب اس دور میں صوفیائے کرام کی خانقاہیں ذکر و فکر کا مرکز بنیں تب عربی و فارسی الفاظ و اصناف سے بھی واقفیت کے دور کا آغاز ہوا۔ لسانی سطح پر یہ بہت بڑی تبدیلی تھی۔ زبانیں ایک دم پیدا نہیں ہوتیں انھیں بننے میں صدیوں کا وقت درکار ہے۔یہی تبدیلی مثنوی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کی لفظیات میں بھی دکھائی دیتی ہے۔عربی اور فارسی کے علاوہ مقامی زبانوں کے اثرات اس مثنوی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔مجموعی اعتبار سے فخر دین نظامی نے مثنوی کے لئے جو اسلوب اور الفاظ کاذخیرہ اختیار کیا ہے اس کے مطابق ساری مثنوی پر ہندوی رنگ غالب ہے، لیکن اس مثنوی کی فارسی بحر اور اس کے اوزان ‘فعولن فعولن فعولن فعول’ سے صاف ظاہر ہوتاہے کہ شاعر کو فارسی مثنوی کی روایت اور اس کے فن سےآگاہی تھی۔ سنسکرت اور

ہندی آمیزلفظیات کی کثرت کے باوجود مثنوی میں کئی جگہ بے ساختگی کی وجہ سے روانی پیدا ہوگئی ہے، نظامی نے تسلسل کا بھی پورا خیال رکھا ہے جو مثنوی کا بنیادی تقاضہ ہے، مثنوی کا چونکہ بیانیہ اصناف میں شمار کیا جاتا ہے اس لیے بیانیہ کی بنیادی صفت واقعے کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے سے وابستہ ہے۔ علاقائی زبان کے اثرات کا کہیں کہیں ا س قدر غلبہ ہے کہ اس کی قرأت اور اس کی تفہیم دونوں انتہائی دشوار گزار ہیں۔ مثنوی میں دکنی بول چال کے الفاظ، اسما، ضمائر اور افعال کو ان کے فطری انداز کے مطابق ادا کیا گیا ہے۔ جیسے اٹھا سے اٹھیا، بول سے بولیا، کھول سے کھولیا، چڑھ سےچڑھیا، اسی طرح فارسی الفاظ فراش، سقا اور مطبخی کی تراکیب بھی مساوی طور پر ملتی ہیں۔ سنسکرت الفاظ میں اتم، سمپورن، کنسشٹ، کلنک، گھاٹ، سمان، سریر،مدھر، سنگار اور روپ کے علاوہ بے شمار ایسےالفاظ ہیں جو نامانوس ہیں۔ لیکن ایسامحسوس ہوتا ہے کہ یہی وہ زبان ہے جو اس دور کی مستعمل زبان ہے اور یہ الفاظ زبان زد عام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ مثنوی لکھنے کے دوران شاعر نے جہاں جہاں سرخیاں قائم کی ہیں وہاں فارسی تراکیب کااستعمال کیا ہے۔ جیسے بازگفتن پدم راؤ، تفت شد کدم راؤ، گفتن پدم راؤ اور تعریض کردن پدرم راؤ، عرضداشت رانی، رفتن پدمراؤ اور ایسی ہی فارسی تراکیب کااستعمال عنوانات کے طور پر سلسلہ وار کیا گیا ہے جس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نظامی نہ

صرف فارسی زبان کا علم رکھتا تھا اسے فارسی زبان کے محاوروں، اصناف، بحور و اوزان سے بھی گہری واقفیت تھی۔

06. مثنوی ‘کدم راؤ پدمراؤ’ کے کردار اور قصہ

مثنوی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کا پہلا مرکزی کردار بادشاہ کدم راؤ اور دوسرا کردار اس کا وزیر پدم راؤ جو ناگ ہے، اس کے علاوہ تیسرا اہم کردار اگھورناتھ ہے جو قصے میں ویلن کا کردار اداکرتاہے۔بادشاہ کی روح جس طوطے کا روپ دھارتی ہے، اس طوطے کو بھی ایک کردار کی حیثیت سے پیش کیا گیاہے۔ذیلی کرداروں سے زیادہ مرکزی کردواروں کی حیثیت سے ‘ کدم راؤ پدم راؤ’، اگھورناتھ اور بادشاہ کی رانی کو بطور خاص پیش کیا گیا ہے۔مثنوی کا تمام تر قصہ دیومالائی نوعیت کا ہے۔ قصے کا آغاز ناگ اور ناگنی کے ملن سے ہوتاہے، جس میں ایک ناگ سے دوسرے قسم کی ناگن کے جنسی اختلاط کو دیکھ کر بادشاہ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ عورت بے وفا ہوتی ہے اور یہ واقعہ وہ اپنی بیوی کو سنا کر اس سے دوری اختیار کرلیتا ہے اور اپنا وقت نئے علوم وفنون حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے۔ بادشاہ نئے نئے علوم سے واقفیت رکھنے والوں کو اپنے دربار میں بلاتاہے، باہر سے آیا ہوا ایک جوگی جس کا نام اگھور ناتھ ہے،اس کے کمالات سے کدم راؤ خوش ہوکر اسے اپنے درباریوں میں داخل کرلیتا ہے۔ چند دنوں میں اگھورناتھ بادشاہ کو یہ راز بتاتاہے کہ اگر وہ جوگی کے راز جانناچاہتاہے تو محل میں کسی

کو بلائے بغیر طوطا لے آئے۔اگھورناتھ اسے امر بید سکھائے گا۔راجا نے محل سے رانی کا پالاہوا طوطا لاکراگھور ناتھ کے روبرو رکھ دیا، اس نے راجا سے طوطے کی جان لینے کی تاکید کی اور جب طوطا مرگیا تو اگھورناتھ منتر پڑھ کر طوطے کے جسم میں داخل ہوگیا اور اگھورناتھ کا جسم مردہ ہوگیا۔اس عجیب وغریب علم پر راجا حیرت میں پڑگیااور تھوڑی دیر کے بعد اگھورناتھ دوبارہ منتر پڑھ کر اپنے جسم میں لوٹ گیا۔ بادشاہ نے اگھور ناتھ سے یہ منتر سیکھنے کی ضد پکڑلی، چنانچہ جب اگھور ناتھ نے امر بید کا منتر راجا کو سکھادیا اور راجا منتر پڑھ کر طوطے کے جسم میں داخل ہوا تو اگھور ناتھ منتر پڑھ کر بادشاہ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ پھر وہ طوطے کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن طوطا گھبراکر وہاں سے بھاگ جاتا ہے، چونکہ اگھور ناتھ بادشاہ کے جسم میں تھا، لیکن اسے محل اور رانی کے محل سے واقفیت نہیں تھی، اسی لئے وہ راتوں کو بھی دربار میں بیٹھنے لگا۔درباری تو اسے ہی بادشاہ سمجھتے رہے۔ محل کی بھول بھلیوں سے نا واقفیت کی بنا پر بادشاہ کے روپ میں اگھور ناتھ ہمیشہ دربار سجاتارہا اور وزیر کی حیثیت سے پدم راؤ کو شک ہونے لگا کہ آخر بادشاہ کیوں رانی کے محل میں نہیں جاتا۔ایک مرتبہ وزیر کی حیثیت سے پدم راؤ بادشاہ کے باغ میں چہل قدمی کررہا تھا کہ طوطے کے روپ میں موجود کدم راؤ درخت پر بیٹھا تھا وہ اپنے وزیر کو تمام حقیقت بیان کردیتا ہے کہ اس کے جسم میں اگھورناتھ نے دھوکہ دے کر اس کی روح کو طوطے میں منتقل کردیا ہے۔ وزیر چونکہ

ناگ تھا، لیکن باتدبیر تھا، چنانچہ اس نے بادشاہ کو تدبیر سکھادی، جب رات کے وقت اگھورناتھ بادشاہ کے جسم میں دربار میں سوگیا تو کدم راؤ نے موقع کا فائدہ اٹھاکر اسے ڈس دیا، جس کے نتیجے میں کدم راؤ کے جسم میں موجود اگھور ناتھ کی موت واقع ہوگئی اور طوطے کے روپ میں بادشاہ نے امر بید پڑھ کر اپنے جسم میں روح کو منتقل کردیا، اس طرح روحوں کی تبدیلی کو بنیاد بناکر یہ قصہ لکھا گیا ہے، چونکہ بادشاہ کی مدد اس کے وزیر ناگ نے کی، اسی لئے بادشاہ نے اسے بیش بہا انعام واکرام سے نوازا۔ اس کے دل میں عورت کے بارے میں جو شک تھا وہ بھی ختم ہوگیا اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ عورت ہی دھوکہ نہیں دیتی بلکہ مرد بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ چونکہ قصے کے اختتام پر ساری گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اگھوناتھ مارا جاتا ہے۔ وزیر، بادشاہ کے لیے ایک اہم معاون کردار کے طور پر اپنا فرض انجام دیتا ہے۔ بادشاہ کا شک عورت کی طرف سے دور ہوجاتا ہے اور رانی اور بادشاہ میں ملاپ ہوجاتا ہے۔ اس لیے یہ مثنوی ایک طربیہ مثنوی ہے۔ روح کی بتدیلی، جوگی کاکردار، جادو ٹونا، منتر وغیرہ جیسے امور اس کے ہندوستانی اساطیری اثرات کے مظہر ہیں۔ اردو کی پہلی مثنوی کے طور پر ' کدم راؤ پدم راؤ' یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ادبی سطح پر شروع ہی سے اردو نے ہندوستانی کلچر اور اساطیر سے روشنی اخذکی ہے۔

.07 'کدم راؤ پدم راؤ' میں موجود المیہ اور طربیہ عناصر

ڈرامہ ہو کہ ناول یا کوئی قصہ اس میں ایک آغاز ہوتاہے وسط ہوتاہے اور ایک انجام ہوتا ہے۔ ان اصناف کا شمار بیانیہ میں ہوتا ہے۔ بیانیہ کی بنیاد ہی ان واقعات کے بیان پر ہوتی ہے جو سلسلہ وار کسی قصہ میں رونما ہوتے ہیں لیکن محض بیان ہی کافی نہیں ہوتا۔ اس میں گرہیں الجھتی ہیں سلجھتی ہیں اور نئی نئی گرہیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اسی باعث قاری کا تجسس بھی قائم رہتا ہے۔ بالآخر جب سب کچھ سلجھ جاتا ہے یعنی قصے میں واقع ہونے والے تمام حقیقی اور غیرحقیقی مسائل حل ہوجاتے ہیں تو اس کا اختتام ہوجاتا ہے۔ اختتام یعنی قصے کے نقطۂ عروج پر پہنچ کر ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ المیہ ہے یا طربیہ۔ فخر دین نظامی کی ‘مثنوی کدم راؤ پدم راؤ’ میں بھی کئی جگہوں پر المیہ عناصر رونما ہوتے ہیں۔ انسان کا شک اسے کئی قسم کے مسائل میں گرفتار کردیتا ہے۔ بادشاہ شکی تھا اور عجلت پسند بھی۔ بیوی یا عورت پر بھروسہ نہیں کرتا لیکن ایک غیر شخص پر بھروسہ کرلیتا ہے۔ اسی عجلت پسندی اور مریضانہ مزاج اسے حالات کے چنگل میں پھنسا دیتا ہے۔ بادشاہ جانوروں کے اختلاط کا اطلاق انسانوں پر کرکے اپنی ہی کم اندیشی کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور بغیر غور و خوض کیے اپنی ہی بیوی کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

ادبی اصطلاح میں اسی کو **Fatal flaw** کہتے ہیں یعنی آپ کے مزاج ہی کی کوئی کجی، کم اندیشی، ضد اور ہٹ دھرمی، عجلت پسندی، حرص و آز وغیرہ ایسی جبلتیں ہیں جن کی تراش و خراش نہ کی جائے تو آدمی خود اپنے جال میں پھنس کر بالآخر کسی بڑے المیے سے دوچار ہوتا

ہے۔ بادشاہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ اگھوناتھ کا منشا کیا ہوسکتا ہے۔ دراصل جوگی خود بادشاہ بننا چاہتا تھا جس کے لیے یہ ساری سازش رچتا ہے اور بادشاہ کی مصلحت ناانديشی سے فائدہ اٹھا کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے لیکن اسے محل کے جغرافیہ کا ہی علم نہیں ہے اس لیے ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے۔ رانی کے محل میں جانے کے بجائے وہ دربار میں ہی سونے لگتاہے۔ بادشاہ کے ہمیشہ دربار میں رہنے سے اس کے وزیر پدم راؤ فکر وتردد کا شکارہوجاتاہے کہ راتوں میں راجا کیوں اپنے محل میں نہیں جاتا، جب طوطے کے روپ میں خانہ باغ میں پدم راؤ کو امر بید اور اگھور ناتھ کے دھوکہ کا پتہ چلتاہے تو وزیر کی تدبیر سے اگھور ناتھ کا خاتمہ اور راجا کو اس کا جسم مل جاتا ہے اور قصہ ایک طربیہ مرحلے پر اختتام پر پہنچتا ہے۔ بادشاہ کا عورت پر شک دور ہوجاتاہے اور وہ اپنے وزیر اعظم سے خوش ہوکر دوبارہ رانی سے رابطہ قائم کرکے خوشی خوشی مملکت کے کام انجام دیتاہے۔ مثنوی ' کدم راؤ پدم راؤ' کے قصہ میں ہر کردار کے ساتھ المیہ اور طربیہ عناصر موجود ہیں اور قصہ کے ہر کردار کے ساتھ الم وطرب نمایاں ہے، خود رانی کو خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے اور راجا کا شک دور ہوجاتا ہے، جبکہ راجا کے جسم میں موجود اگھور ناتھ کی روح سے ناواقف ہوکر راجا کے محل میں داخل نہ ہونے پر المیہ عناصر کی روداد بن جاتی ہے، اس طرح کدم راؤ پدم راؤ جیسی مثنوی کے ہر کردار کے ساتھ المیہ اور طربیہ عناصر کو شامل کرکے مثنوی کے شاعر فخر دین نظامی نے قصہ میں

نقطۂ عروج یا کلائمکس کی بھر پور نمائندگی کی ہے۔ مثنوی میں موجود قصے، کردار اور اس کے المیہ اور طربیہ عناصر کو حد درجہ فطری اور حقیقت پسندانہ طور پر پیش کیا گیا ہے جو فخردین کے فن کا کمال ہے۔

08-مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کی انفرادیت

مثنوی ایک بیانیہ صنف ہے جس میں کسی قصے کو منظوم پیش کیا جاتاہے، مثنوی لکھنے کے لئے علم عروض کے 8 اوزان مقرر ہیں اور ان اوزان میں ہی افاعیل کا تعین کرکے مثنویاں لکھی جاتی ہیں۔فارسی سے علم عروض کے اوزان اور فنی اعتبار سے مثنوی کے اجزائے ترکیبی کو دکنی شاعروں نے استعمال کیا، چنانچہ روایتی مثنویوں میں ابتدائی چار اجزاء کا تعلق حمد ومناجات کے علاوہ مدح شاہ اور مدح پیر سے ہے۔فخر دین نظامی کی مثنوی میں ان چار اجزائے ترکیبی کو شامل کیا گیا ہے، جس کے بعد بقیہ چار عناصر ترکیبی میں آغاز قصہ، کردار، نقطۂ عروج اور انجام کو اہمیت دی گئی ہے، مثنوی ' کدم راؤ پدم راؤ' میں ان بقیہ چار عناصر کی نمائندگی بھی موجو دہے۔اس طرح فخردین نظامی بیدری نے اپنی مثنوی میں صنف مثنوی اور اس کے عروضی طریقوں کو مکمل طور پر جگہ دی ہے۔ مثنوی میں ایک عجیب وغریب قصے کو نظم کیا گیا ہے۔ دراصل یہ ایک اساطیری نوعیت کا قصہ ہے۔ بادشاہ کا انسان ہونا تو ممکن ہے، لیکن کسی بادشاہ کے وزیر کی حیثیت سے ناگ کا انتخاب فطری حقیقتوں کے مغائر ہے، لیکن فخر دین

نظامی نے ایسے قصے کی انفرادیت کو اپنی مثنوی میں جگہ دی ہے۔مثنوی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شاعر نے روحوں اور جسموں کی تبدیلی کو بنیاد بناکر اس قصے کو شروع ہی سے تجسس آمیز بنا دیا۔ فارسی ہی نہیں بلکہ اردو کی کسی بھی مثنوی میں روحوں اور جسموں کی تبدیلی کا قصہ منظوم نہیں کیا گیا۔ اردو کی بیشتر مثنویوں میں داستانوی عناصر، مافوق الفطرت عناصر اور جادوئی عناصر کا دخل موجو دہے، لیکن کسی بھی مثنوی میں روحوں اور جسموں کی تبدیلی کا واقعہ رونما نہیں ہوتا۔ دراصل نظامی کو انسانی نفسیات کا گہرا ادراک تھا۔ اس نے بادشاہ ایسا کردار ادا کیا ہے جو بصارت تو رکھتا ہے لیکن بصیرت نہیں رکھتا۔ اسی کی غلطیوں کی سزا اسے ملتی ہے جو قصے کو حرکت میں رکھتی ہے۔ ایگورناتھ کی کردار سازی میں بھی نظامی نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ جانوروں کے میل ملاپ سے کسی راجا کا دل شکستہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ بہت حساس طبع بھی ہے۔ اردو کی مثنویوں میں اس قدر حساس کردار جن کی جانوروں کے رویوں سے دل شکنی ہوجاتی ہے اور وہ انسانوں پر شک کرتے ہیں تو اس قسم کا اظہار ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ مثنوی میں پہلی بار دکھائی دیتاہے۔بادشاہ کا وزیر پدم راؤ بذات خود ناگ ہے اور وہ بادشاہ کی مدد کرتا ہے اور اسے طوطے کے روپ سے نجات دلا تا اور اگھورناتھ کی سازش کو بے نقاب کرتا ہے۔ اسی کے ایک معنی یہ بھی برآمد ہوتے ہیں کہ انسان اگر غلط فہمی میں مبتلا ہو تو اس کا ازالہ کرنے کے لیے جانوروں کی سوجھ بوجھ

ज्ञान-विज्ञान विमुक्तये
e-pathshala पाठशाला
MHRD Govt. of India
सत्यमेव जयते

بھی کارآمد ہوتی ہے۔ اس طرح فخردین نظامی نے اس مثنوی میں جانوروں کی عقل و فراست اور ان کی تدبیر کو بھی اہمیت دی ہے۔ بادشاہ کو جانوروں سے نہیں انسانوں سے نقصان پہنچتا ہے۔شاعر نے قصے کی دوسری سطح پر انسان کو تدبیرا ختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے نیز یہ کہ انسان اپنی ذہانت سے بروقت تدابیر اختیار کرے تو وہ ہر قسم کی مصیبت سے نجات حاصل کرسکتاہے۔اس طرح فخر دین نظامی بیدری نے مثنوی کے ذریعہ عقل وفراست کو استعمال کرنے اور بروقت اقدام کرنے کی ضرورت پر زور دیاہے۔

09۔خلاصہ(Summary)

اردو کی سب سے پہلی دستیاب مثنوی کی حیثیت سے ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کی تاریخی، ادبی اور لسانی اہمیت ہے۔ یہ مثنوی احمد شاہ ثالث کے عہد میں تحریر کی گئی، جس کا دور 1421ء سے 1435ء کا تصور کیا جاتاہے۔بہمنی دور کے آٹھویں بادشاہ کے دور میں یہ مثنوی لکھی گئی، لیکن فخر دین نظامی بیدری جس نے اس مثنوی کو دیومالائی قصے سے اخذ کیا ہے۔ مثنوی ‘ کدم راؤ پدم راؤ’ کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے، جسے سب سے پہلے بابائے اردو مولوی عبدالحق نے متعارف کروایا۔اس قلمی نسخے کی تحریر انتہائی شکستہ تھی، جسے پڑھنا سخت دشوار تھا۔عبدالحق یہ نسخہ پاکستان لے گئے اور وہاں افسر امروہی اور ڈاکٹر جمیل جالبی نے بڑی توجہ کے ساتھ مثنوی کا مطالعہ کیا اور 1973ء میں اس مثنوی کی اشاعت عمل میں لائی گئی۔مطبوعہ

کتاب میں مثنوی کے ہر صفحہ کاعکس اور آج کی اردو میں اس کی تحریر درج کی گئی ہے۔قلمی مخطوطے کے ابتدائی اور آخری صفحات دستیاب نہیں تھے، داخلی ثبوتوں سے مثنوی کے نام اور اس کے مصنف کے علاوہ اس کے عہد کا تعین کیا گیا، جس کے مطابق مثنوی کے دو کرداروں کے نام پر مثنوی کو ' کدم راؤ پدم راؤ' سے موسوم کیا گیا۔ لکھنے والے کا نام مخطوطے میں فخر دین تھا اور اس نے اپنے دور کے بادشاہ احمد کنور کی مدح کی ہے، اسی لئے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ احمد شاہ بہمنی ثالث کے عہد میں یہ مثنوی لکھی گئی اور اس کے لکھنے والے کا نام فخر دین نظامی بیدری قرارپاتاہے۔ شاعر نے اگرچہ مثنوی دکنی زبان میں لکھی ہے، لیکن اس دکنی زبان پر سنسکرت کے اثرات کے علاوہ پراکرت اور اپ بھرنش کے اثرات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے واضح کیا ہے کہ اس مثنوی میں کھڑی بولی، پنجابی، راجستھانی، برج بھاشا، گجری، سندھی، سرائیکی اور مرہٹی کے اثرات موجو د ہیں۔شاعر نے صنف کی حیثیت سے عربی اور فارسی ادب کی روایات کو استعمال کیاہے لیکن اس مثنوی میں ہندوی روایات اور ہندودیومالا کا اثر غالب ہے۔ شاعر نے مصرعوں میں اپنی زبان کو ہندی لکھا ہے لیکن اسے دکنی کہا جائے تو بیجانہ ہوگا۔دکنی کے تمام عناصر کدم راؤ پدم راؤ میں موجود ہیں۔جمع بنانے کے طریقے اور علامتِ چ تاکیدی کی دکنی خصوصیت بھی اس مثنوی میں ملتی ہے۔ اس مثنوی میں قصہ کے تمام کرداروں کے ساتھ المیہ اور طربیہ عناصر موجو د ہیں لیکن مثنوی کا اختتامیہ طرب

ناک ہے۔ اردو مثنوی نگاری کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فخر دین نظامی بیدری نے ایک ایسا قصہ بیان کیا ہے جو مافوق الفطرت واقعات اور کرداروں کا حامل ہے۔ مثنوی ' کدم راؤ پدم راؤ' کی یہی انفرادیت اردو مثنویوں میں 'کدم راؤ پدم راؤ' کو امتیاز بخشتی ہے۔